© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

مدارس عربیہ کے لئے ایک لمحۂ فکر

از

(سعید احمد اکبر آبادی)

(۴)

حدیث قرآن مجید کے بعد حدیث کا مرتبہ ہے اور احکام و مسائل کے استنباط کی دوسری اصل ہے۔ اس بنا پر علوم دینیہ میں اس کی اہمیت اس حد تک ہے کہ دینی تعلیم کا کوئی تصور اس کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی تعلیم کی غرض و غایت کیا ہے؟ اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ حدیث ہے کیا؟

چونکہ حدیث سے یہاں مراد وہ تمام روایات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام سے متعلق ہم تک پہنچی ہیں جن کو اصطلاحاً آثار کہتے ہیں اس بنا پر حدیث بنفسہٖ ایک اصلِ شریعت بھی ہے، اور تاریخ بھی۔ وہ ایک مستقل حکم بھی ہے اور احکامِ قرآنیہ کی توضیح و تشریح بھی اور چونکہ اسلام ایک عالمگیر اور آخری دینِ الٰہی ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہر زمانہ اور ہر مکان کے واسطے۔ ہر گروہ اور ہر قوم کے لئے اس میں یکساں آسان اور یسیر العمل احکام موجود ہیں اس بنا پر حدیث کو ان تمام احکام کا منبع ہونا چاہیئے۔ انسانی نظر و فکر، اور انسانی مزاج و طبیعت، خواہ تہذیب و ترقی کی کسی منزل میں ہو۔ اور انسان کی حیاتِ اجتماعی و تمدنی سے متعلق افکار و نظریات میں خواہ کیسا ہی انقلاب و تغیر ہو لیکن اگر اسلام دینِ قیم ہے تو بے شبہ صرف اسی کا ایک نظریہ ایسا ہونا چاہیئے جو دنیا کے تمام افکار و نظریات کے بالمقابل ایک بُنیانِ مرصوص کی طرح قائم رہے اور ظاہر ہے کہ یہ نظریہ قرآن میں مل سکتا ہے یا حدیث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اور چونکہ قرآن کی حیثیت ایک متن کی ہے اس بنا پر انسان کی حیاتِ اجتماعی سے متعلق اسلام کے افکار و نظریات کا سراغ وضاحت اور عملی تمثیلات کے ساتھ حدیث میں ہی مل سکتا ہے! چنانچہ ایسا ہی ہے بھی!

حدیث کی یہ حیثیت ذہن نشین کرنے کے بعد یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث کی تعلیم کی غرض و غایت کیا ہونی چاہیے یعنی یہ کہ ایک ہمہ گیر اور جامع نقطۂ نظر کے ساتھ اسلامی احکام و مسائل کے اصل سرچشمہ تک ہماری رسائی ہو سکے۔ علاوہ بریں ہم کو یہ حقیقت بھی نہ بھولنی چاہیے کہ حدیث جہاں تشریعی حیثیت رکھتی ہے۔ ساتھ ہی وہ تاریخِ تشریع اور طریقِ تشریع بھی ہے، یعنی اس سے جہاں خاص خاص مسائل کے متعلق احکام مستنبط ہوتے ہیں جو کتبِ فقہ میں مدون و مرتب ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر آئندہ زمانہ میں کبھی کسی وقت کچھ ایسے مسائل پیش آئیں جو عہدِ نبوت میں یا عہدِ صحابہ میں پیش نہیں آئے تھے تو ان کے لئے از روئے قرآن و حدیث کیا احکام ہوں گے۔ اسی بنا پر محدثین نے۔ تحقیقِ مناط، تخریجِ مناط اور تنقیحِ مناط کی بحثیں کی ہیں اور استنباطِ احکام و مسائل کے جو اصول کتبِ اصول فقہ میں مذکور و مدوّن ہیں ان کی بنیاد۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے، حدیث کے اسی پہلو سے ہے،

ظاہر ہے کہ حدیث کا مطالعہ اگر اس نقطۂ نظر کے ساتھ کیا جائے تو کوئی شبہ نہیں کہ وہ قرآن کے ساتھ مل کر انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ایک ایسا جامع۔ ہمہ گیر اور مکمل قانون و نظام بن جاتی ہے کہ کوئی شعبۂ حیات اس کی رہنمائی سے محروم نہیں رہ جاتا۔

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے مدارسِ عربیہ میں حدیث کی تعلیم جس انداز پر ہوتی ہے وہ اس مقصد کو پورا نہیں کرتی۔ کیونکہ اس میں حسب ذیل نقائص ہیں۔

(۱) سب سے پہلا نقص جس کی طرف شروع میں بھی اشارہ کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ حدیث کو بحیثیت اصلِ احکام کے نہیں پڑھایا جاتا۔ بلکہ اس کو فقہ کے تابع کر کے پڑھایا جاتا ہے۔ استاذ جس مسلکِ فقہ کا پابند ہے وہ احادیث کی تاویل و توجیہ اسی کے مطابق کرے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) حدیث میں صرف عبادات یا ایمان وعقائد کے ابواب پر تمام زورِ تبحر وکمال خرچ کر دیا جاتا ہے اور اس کا حاصل بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ استاذ جس مسلکِ فقہ کا پابند ہے اس کو دوسرے مسالک پر ارجح وافضل ثابت کرے۔ عام طور پر مدارس میں صحاح ستہ ایک ہی سال میں پڑھائی جاتی ہیں؛ مگر اس طرح کہ سال کا ایک بڑا حصہ چند ابواب میں ختم ہو جاتا ہے اور باقی دنوں میں قرآۃ علی الشیخ یا قرآۃ الشیخ کی صورت میں تمام کتابیں ختم کر دی جاتی ہیں۔ پھر مدارس میں حدیث کے امتحان کے جو پرچے ہوتے ہیں ان کو دیکھئے تو وہی چند لگے بندھے سوالات ہیں جو گھوم پھر کر آگے پیچھے آتے رہتے ہیں۔ اس صورتِ حال کا سب سے عظیم نقصان یہ ہے کہ ایک عالمِ قرآن وحدیث کو اپنے تہذیب یافتہ اور ترقی پذیر دور میں جس قدر وسیع النظر۔ دقیقہ رس اور نکتہ شناس ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا اور بزمِ علوم وفنون میں بیٹھ کر وہ اسلام کی نمائندگی کرتے میں جھجک محسوس کرتا ہے۔

(۳) احادیث کے درس میں زیادہ زور کلامی مباحث پر صرف کیا جاتا ہے یا عبادات سے متعلق فقہی مسائل پر۔ مثلاً یہ کہ ایمان میں تشکیک ہوتی ہے یا نہیں؛ وہ زیادت اور نقصان کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیے اور آمین بالجہر کہنی چاہیے یا نہیں؟ لیکن اجتماعی زندگی سے متعلق سینکڑوں ہزاروں نہایت اہم نفسیاتی اور اخلاقی نکتے ہیں جو نبیِ صادق ومصدوق کی زبانِ حق ترجمان سے ادا ہوتے ہیں ان کی طرف کوئی دھیان تو کیا دیا جاتا۔ ان کی طرف ذہن کا انتقال بھی نہیں ہوتا۔ علوم وفنونِ جدیدہ۔ اور عصرِ حاضر کے افکار ونظریات نے اجتماعی زندگی کے ان پہلوؤں کو آج ابھار کر اس طرح دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے کہ اب بھی افکارِ انسانی سوسائٹی کے نظامِ حیات کی اہم بنیاد قرار پا رہے ہیں اور ان کی وجہ سے دنیا کا نقشہ ہی بدلتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن ہمارے علما کو چوں کہ انسانی فکر وشعور کے اس انقلابِ عظیم اور اس کے محرکات کی خبر ہی نہیں ہے۔ اس بنا پر نہ یہ مسائل ان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور نہ ان کو قرآن وحدیث میں ان مسائل کا حل تلاش کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً کارل مارکس نے سالہائے دراز کی محنت اور غور وفکر کے بعد اقتصادیات میں ایک نیا مکتبۂ خیال ایجاد کیا جس کو Dynamic Economy (متحرک اقتصادیات) کہتے ہیں۔ اس فلسفہ کا جو بنیادی پس منظر ہے یعنی یہ کہ سرمایہ کی تقسیم مساویانہ ہونی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہئے اور محنت اور سرمایہ کے معاوضہ میں توازن ہونا چاہئے ورنہ اگر ایسا نہیں ہوگا تو طبقاتیت پیدا ہوگی اور اس کی وجہ سے دنیا کا امن وامان اور انسانی زندگی کا سکون تباہ وبرباد ہوجائے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خود اسلام بھی تسلیم کرتا ہے۔ کارل مارکس نے جس حقیقت کو سینکڑوں صفحات میں بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "کاد الفقر یکون کفرا" فرما کر تین چار لفظوں میں زیادہ جامعیت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ فقر کیا ہے؟ کفر سے کیا مراد ہے؟ اور فقر کفر پر کس طرح منتج ہوتا ہے؟ یہ تین سوالات ہیں اگر قرآن وحدیث کی روشنی میں اور اقتصادیات ومعاشیات کی مروجہ زبان میں ان کا جواب دیا جائے تو ایک بہت ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے جو بلاشبہ کارل مارکس کی "کیپٹال" سے زیادہ ٹھوس، واقعی اور نفس لامری حقایق پر مشتمل ہوگی! بہر حال گذارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر اسلام واقعی تمام دنیا کا ایک صالح ترین نظام حیات ہے تو حدیث کے ایک طالب علم کو اپنے زمانہ کے ان تمام معاملات ومسائل کا جو اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان مسائل کا جو حل ہے ان کا علم اس طرح ہونا چاہئے کہ وہ اس حل کی فوقیت دوسرے افکار پر ثابت کرسکے اور علمی طور پر اس حل کی صداقت کا دوسروں کو یقین دلا سکے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ حدیث کے درس کا ایک جامع اور ہمہ گیر فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

(۴) ہر حدیث کے دو جزو ہوتے ہیں ایک سند اور ایک متن۔ دونوں اپنی جگہ بہت اہم ہیں لیکن مدارس میں درس حدیث کا جو طریقہ مروج ہے اس میں صرف متن سے اعتنا کیا جاتا ہے اور سند کو شایستہ التفات نہیں سمجھا جاتا۔ یہاں تک کہ ہمارے فارغ التحصیل طلبا راویوں کے نام کے علاوہ ان کے حالات سے بالکل واقف نہیں ہوتے۔ اصول حدیث کی ایک دو کتابوں میں نقد وجرح کے جو اصول وہ پڑھتے ہیں ان کے استعمال کی نوبت شاذ ونادر ہی ہوتی ہوگی۔

علاوہ بریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب والعجم تھے، اور "اوتیت جوامع الکلم" آپ کا نشانِ امتیاز تھا۔ اس بنا پر آپ کے ارشادات بھی فصاحت وبلاغت کے جواہر ریزے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ خود دلیلِ نبوت ہیں۔ لیکن درس میں احادیث کے اسی وصفِ لفظی کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، ہم نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرتنا الاستاذ مولانا السید انور شاہؒ کو دیکھا ہے کبھی کبھی صرف ایک حدیث کے کسی ٹکڑہ کی بلاغت پر گھنٹوں تقریر فرماتے تھے اور اس وقت ردئے انور پر عجب وجد وکیف کا عالم ہوتا تھا بہر حال ضرورت ہے کہ :-

(۱) درسِ حدیث کی مدت بجائے ایک سال کے دو سال کی جائے۔

(۲) اصولِ حدیث پر کسی ایک کتاب پڑھانے کی بجائے۔ لیکچروں کا انتظام کیا جائے جو اس موضوع کی بہت سی کتابوں کا خلاصہ ہوں۔

(۳) درسِ حدیث کے نصاب میں مشکوٰۃ کے بعد صحیح بخاری اور موطا امام مالک لفظاً لفظاً پوری پڑھائی جائیں۔ یعنی شروع سے آخر تک ان کا درس یکساں زور اور قوت کے ساتھ ہو۔

فقہ: علومِ دینیہ میں قرآن وحدیث کے بعد تیسرا نمبر فقہ کا ہے فقہ اس مجموعۂ احکام کا نام ہے جو قرآن وحدیث یا اجماع وقیاس سے مستنبط ہوتے ہیں اگر فقہ کی تعلیم کا مقصد صرف ان احکام کا معلوم کرلینا ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ سب اس مقصد کی تحصیل میں ممد ومعاون ہوتی ہیں۔ لیکن اگر فقہ کی تعلیم کا مقصد ان احکام کے وجوہِ استنباط اور ان کے دلائل کا علم حاصل کرنا بھی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہوتا۔ احناف پر عام اعتراض ہے کہ وہ قیاس کو روایت کے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہیں۔ اور ہماری کتبِ درسیہ میں اکثر وبیشتر جو استدلال کیا جاتا ہے اس سے اس اعتراض کی تردید تو کیا ہوتی اور کچھ تقویت ہی ہوتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ "ھدایہ" کتبِ فقہ میں نہایت عظیم الشان اور بلند پایہ کتاب ہے لیکن ضرورت ہے کہ اس کا استاذ بجائے فقط مدرس ہونے کے وسیع النظر اور صاحبِ ذوق عالم ہو جو مسائل واحکام کے سرچشمۂ استنباط پر گفتگو کر کے مسئلہ کی اصل بنیاد کو استوار کر سکے۔ علاوہ بریں فقہ کی تعلیم کا ایک مقصد تفقہ پیدا کرنا بھی ہونا چاہئے تاکہ وہ زندگی کے نو بنو مسائل ومعاملات میں مسلمانوں کی رہنمائی کر سکے اور ظاہر ہے۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ امورِ ذیل کی رعایت کی جائے۔

(۱) طالبِ علم کسی ایک امام کے مسلکِ فقہ سے واقفیت پر ہی قناعت نہ کرے بلکہ اس کو کم از کم ائمہ اربعہ کے مسالک سے مع ان کے دلائل کے واقفیت ہونی چاہئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) طالب علم کو فقہ کا مطالعہ بحیثیت ایک مقلد کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک طالبِ تحقیق کے کرنا چاہیے، اور اس وقت اس کے دماغ کو ہر قسم کی عصبیت سے آزاد ہونا چاہیے۔

علاوہ بریں مدارس میں عام طور پر عبادات کے حصہ پر فقہ کی تعلیم ختم ہو جاتی ہے۔ عبادات کے ساتھ معاملات کا بھی درس ہونا ضروری ہے اور بعض ابواب مثلاً کتاب العتق، یا کتاب الحدود" آج کل ان کی ضرورت نہیں ہوتی اگر ان ابواب کو مختصر کر دیا جائے جس سے طالب علم کو ان مسائل کا بھی کچھ علم ہو جائے تو مناسب ہوگا۔

اصول فقہ | علومِ دینیہ میں اگرچہ اس کا نمبر چوتھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک نہایت اہم علم ہے اور اس سے واقفیت اور اس میں کمال و مہارت پر ہی ایک عالمِ دین کی مذہبی رہنمائی اور معاملات و مسائل کے کشود کار کا دار و مدار ہے۔ اس علم کی تدریس کے لئے جو کتابیں درسِ نظامی میں شامل ہیں ان کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ ایک عالمِ دین میں اجتہادی صلاحیت اور شریعت سے متعلق ایک وسیع نقطۂ نظر پیدا کرنے کے لئے صرف اس فن کا پڑھا دینا کافی نہیں ہے احکام کی دلیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک لِمّی اور ایک اِنّی۔ اصول فقہ کی بحث دلیل اِنّی تک محدود رہتی ہے۔ حالانکہ استنباط احکام و مسائل کے لئے جس قدر اس کا جاننا ضروری ہے اسی طرح اسرار و رموزِ شرائع اور منصوص احکام شریعت محمدیہ کے اسرار و حِکَم کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی حجۃ اللہ البالغہ۔ اگر تمام نہیں تو اس کے ابوابِ متعلقہ کا درس ضروری ہے

علاوہ بریں ہمارے مدارس میں صرف فقہ حنفی کے اصول پڑھائے جاتے ہیں۔ لیکن ایک عالمِ دین میں مزید بصیرت۔ اور استخراج و استنباط احکام کی مزید صلاحیت پیدا کرنے کی غرض سے ضرورت ہے کہ وہ دوسرے ائمہ کے اصولِ فقہ سے واقف ہو۔ اس سلسلہ میں امام شافعی کی کتاب الام کے شروع میں ایک رسالہ "الرسالۃ فی اصول الفقہ للشافعی" چھپا ہوا ہے اور اس کے علاوہ ایک اور کتاب "منہج الاصول" بڑے کام کی ہیں۔

علم الکلام | یہ علم بھی دینی نصابِ درسی کا ایک اہم جز ہے لیکن اب جدید علوم و فنون اور فلسفہ کی غیر معمولی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترقی کی وجہ سے یہ قدیم علم کلام اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ یہ علم معتزلہ کا رد کرنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا لیکن اس علم کی درسی کتابوں پر اگر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ پہنچا ہے، معتزلہ کے جواب میں عام طور پر جو روش اختیار کی جاتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آخر میں معاملہ نقلی دلائل پر ہی آکر ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہی مسائل ہیں جن پر حافظ ابن تیمیہ حافظ ابن قیم۔ امام غزالی۔ علامہ ابن رشد۔ شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃً نے کلام کیا ہے اور زیادہ قوت۔ اور یقین انگیزی کے ساتھ کیا ہے اور ان حضرات کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ زمانہ مابعد میں فلسفہ اور سائنس کی غیر معمولی ترقی فلسفۂ یونان کی جس عمارت کو منہدم کرنے والی تھی ان حضرات نے وہ کام خود اپنے زمانہ میں کر دکھایا۔ جب فلسفۂ یونان کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے تو ظاہر ہے معتزلی افکار کے لئے سہارا ہی کیا رہ جاتا ہے۔ مثلاً اشیا کا حسن و قبح عقلی ہے یا شرعی ؟ خیر و شر کی حقیقت کیا ہے۔؟ ذات باری کی صفات عین ذات ہیں یا غیر ذات! وجود کی کیا حقیقت ہے! وجود واجب سے کیا مراد ہے! علم کسے کہتے ہیں! اعراض جو قائم بالغیر ہوتے ہیں کیا وہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتے؟ اور کیا اس بنا پر ان کا وزن نہیں ہو سکتا! بعث و حشر کی کیا حقیقت ہے؟ کیا روح کا اعادہ بدن اول میں ہوگا۔ یا مثل بدن اول میں! جزا اور سزا کی کیا حقیقت ہے؟ ایمان کا عمل سے کیا تعلق ہے! عمل ایمان کا شرط ہے یا شطر" یا اور اسی طرح کے سیکڑوں مسائل و مباحث ہیں جن پر فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں نہایت عمدہ۔ موثر اور یقین افروز گفتگو ہو سکتی ہے اور اس سے قرآن مجید کی تائید ہی ہوگی نہ کہ تردید۔

اس بنا پر علم کلام کے نصاب میں آج کل جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان کو یک قلم نکال دینے کی ضرورت ہے اور ان کی جگہ امام غزالی کے رسائل مثلاً "المنقذ من الضلال" "المضنون به علی غیر اهله" حافظ ابن تیمیہ کا رسالہ "القیاس الشرعی" یا ان کے بعض اور رسالے جو ان کے "مجموعة الرسائل" میں چھپے ہوئے ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ کی کتابوں کے انتخابات۔ یا تفسیر کبیر امام رازی کے بعض خاص خاص ٹکڑے ان کا انتخاب کر کے ان کو علم کلام کے درس میں شامل کرنا چاہئے۔ یہ انتظام اس وقت تک کے لئے کرنا ہوگا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب تک کہ جدید علم کلام مرتب نہ ہو۔ جس کی بڑی ضرورت ہے اور جس کے لئے مواد کی کوئی حد نہیں ہے اس جدید علم کلام میں طریق بحث بھی جداگانہ ہوگا اور دلائل و براہین بھی نئے۔ اسلوبِ بیان بھی اور ہوگا۔ اور مسائل بھی بعض نئے ہوں گے جن کی پہلے زمانہ میں اگرچہ کوئی اہمیت نہیں تھی۔ لیکن آج کل ان کی بڑی اہمیت ہے اور جن کو طے کئے بغیر آج کوئی نظامِ زندگی بھی استوار و پائدار نہیں ہوسکتا، مثلاً آج وجودِ باری پر زیادہ طویل و مفصل گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سائنس کے بڑے بڑے علما خود اس کے اقرار و اعتراف پر مجبور ہوگئے ہیں۔ آج ایک دین کے لئے سب سے بڑا مرحلہ یہ ثابت کرنا ہے کہ اس کے روحانی اندازِ حیات کا انسان کی مادی زندگی کے نظم و ترتیب سے کیا تعلق ہے اور وہ اقدار بجائے خود بہت اہم ہونے کے باوجود انسان کی مادی زندگی اور اس کے مختلف پہلوؤں پر کیا اثرات ڈالتے ہیں؛ وقت کا تقاضا ہے کہ ان مسائل پر جذباتی نہیں بلکہ علمی انداز میں گفتگو کی جائے۔ تاکہ جس طرح ہر انسان خدا کا وجود تسلیم کرنے پر فطرتاً مجبور ہوگیا ہے اسی طرح اس خدا کے بخشے ہوئے نظامِ زندگی کو بھی ماننے پر مجبور ہو جائے۔

فہم قرآن

تالیف مولانا سعید احمد ایم۔ اے رفیق ندوۃ المصنفین مدیر برہان

قرآن مجید کے آسان ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اور قرآن پاک کا صحیح منشاء معلوم کرنے کے لئے شارع علیہ السلام کے اقوال و افعال کا معلوم کرنا کیوں ضروری ہے۔ احادیث کی تدوین کس طرح اور کب ہوئی؟ یہ کتاب خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہے۔ اس ایڈیشن میں مؤلف نے تمام مباحث کو نئے سرے سے مرتب کیا ہے اور جا بجا نہایت اہم اور مفید اضافے کئے ہیں۔ فہم قرآن ایک خاص رنگ کی علمی۔ تبلیغی اور اصلاحی کتاب ہے جو جدید تعلیم یافتہ اصحاب کے رجحانات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ انداز بیان سہل اور اثر انگیز، فتنۂ انکارِ حدیث کی اندھیریوں میں یہ کتاب ایک چمکتے ہوئے ماہتاب کا کام دے گی صفحات ۲۰۰ قیمت دو روپے چار آنے۔ مجلد تین روپے چار آنے۔

منیجر مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

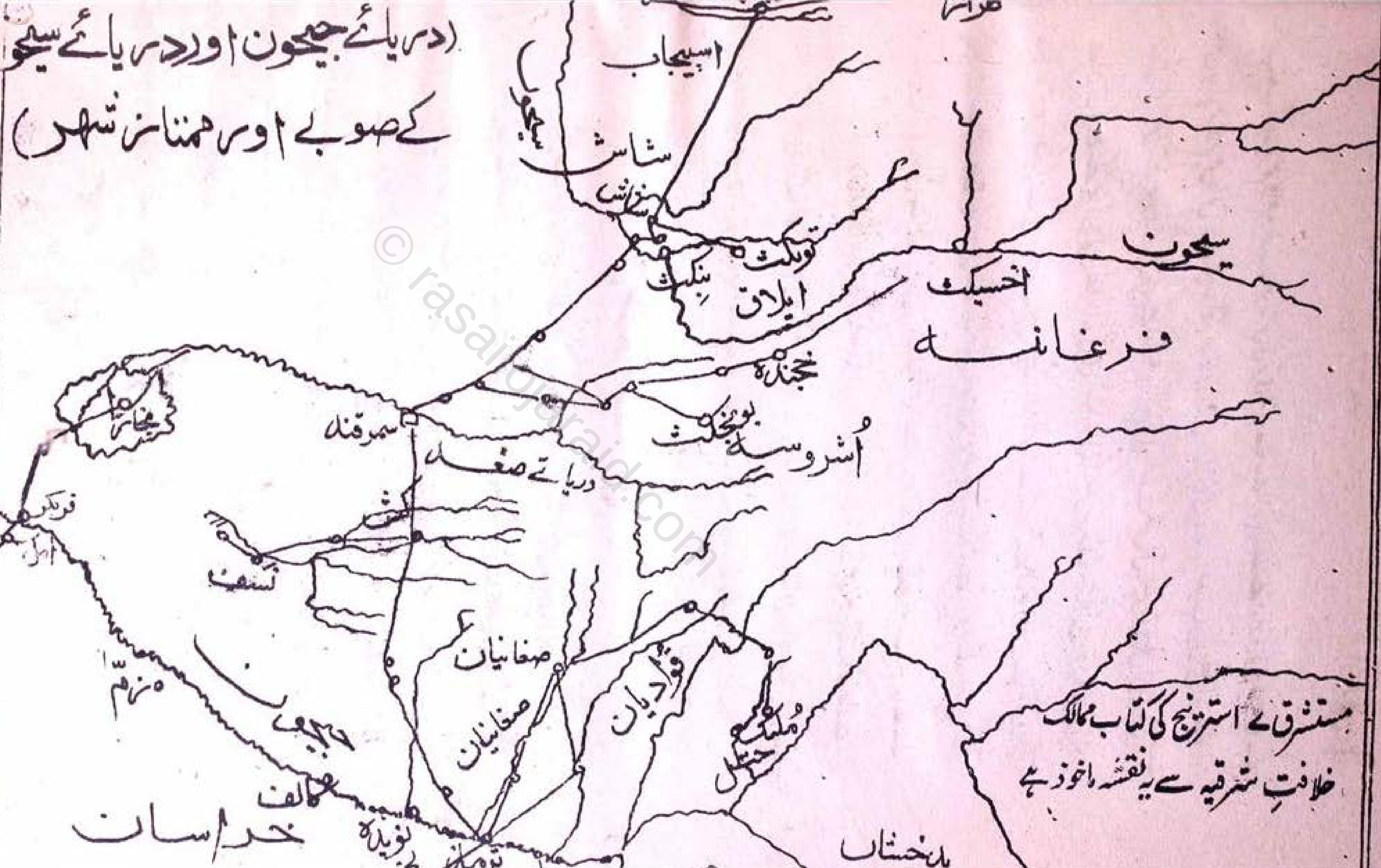

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com